اردو افسانہ کی نئ جہات: افسانچہ اور فلیش فکشن

New dimensions of urdu short stories: Afsancha and Flash Fiction

DOI: https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2024.08022214

ڈاکٹر فرزانہ کوکب
Dr Farzana koukab
Associate Professor, Department of Urdu
Bahauddin zakariya University, Multan

Abstract:

In the modern era, many stories are coming out. New forms of fiction are in accordance with the contemporary requirements and are trying to make their place in Urdu literature. The experiences of fiction, microfiction, flash fiction, etc. Are becoming a part of Urdu literature. From what point of view these experiments of short fiction with long fiction are being seen and how literary is the artistic and intellectual landscape of the writers who are involved in this trend. In this research article, an attempt has been made to evaluate that the How important role are contemporary requirements playing in presenting new trends in literature?

Keywords: Fiction, Shortstory, Modernera, Story,Trend, Sudden Fiction,Micro Fiction, Micro story

کہانی سننے اور کہانی کہنے کا فن بہت قدیم ہے۔ مگر کہانی کہنے یا لکھنے کے مختلف پیرایے وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ کبھی کہانی کے لیے: داستان: جیسی طویل صنف موجود رہی اور کبھی ناول کی شکل میں ایک نئ صنف متعارف ہوئی اور پھر افسانہ اور مختلف افسانہ یا ناولٹ جیسی اصناف بھی اردو ادب میں متعارف ہوئیں۔ ان تمام اصناف کی بدولت کہانی سے دلچسپی کا رجحان فطری طور پر ویسے ہی بر قرار رہا۔ جیسا کہ انسانی تہذیب کے آغاز سے نظر آتا ہے۔ جدید عہد میں جہاں انسان کا سامنا سائنس ٹیکنالوجی جدید مشینوں اور سائبر سپیس کی دنیا سے ہوا۔ وہاں انسان نے وقت کی تیز رفتاری کے ساتھ چلنے کی سعی کی۔ جدیدیت کی تحریک نے انسانی زندگی کے ساتھ ادب کی طویل اصناف نثر پر بھی اثرات مرتب کیے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ادب کا قاری طویل داستانوں کا مطالعہ کرنے پر قادر تھا اور ضخیم ناول اور طویل افسانے کی پڑھت بھی ممکن تھی اور سفر ناموں کی طوالت بھی گراں نہیں گزرتی تھی وہاں اب طویل افسانے اور

ناولٹ کی جگہ مختصر ترین افسانے کی نئی صورتوں (افسانچہ مائیکرو فکشن نینو فکشن فلیش فکشن ون منٹ سٹوری یا سو لفظوں کی کہانی وغیرہ) نے لے لی۔ اسی طرح غیر افسانوی ادب میں سفر ناموں کی جگہ سفر انچوں نے لے لی۔ افسانچہ اور فلیش فکشن یا مائکرو فکشن کی متعدد صورتوں کا ادب میں در آنا جدیدیت کی بدولت ممکن ہوا۔ دوسری طرف یہ اصنافِ نثر اردو افسانوی ادب میں اپنا مقام بحال کرنے کی تگ ودود میں بھی مصروفِ عمل نظر آتی ہیں۔ باقی تمام اصناف کی طرح مائیکرو فکشن کی یہ تکنیک بھی مغربی ادب کے توسط سے اردو ادب میں شامل ہوئی۔ مائیکرو فکشن فلیش فکشن یا افسانچہ کی متعدد مثالیں تراجم کی صورت میں سامنے آتی ہیں۔ اردو ادب میں مغربی ادب کی ان اصناف کو متعارف کروانے کا سہرا جن مترجمین کے سر پر سجتا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

قیصر نذیر خاور، ملک اشفاق، محمد عاصم بٹ، منور آکاش، اجمل کمال، ستار طاہر، عبدالسبوح قاسمی وغیرہ اردو افسانچے کے ایسے نام ہیں جنھوں نے عالمی ادب میں تخلیق ہونے والی ان اصناف اور تکنیک کے اردو تراجم ادب میں پیش کیے۔ اس سے پہلے اردو ادب میں افسانچے کی ابتدائی مثالیں سعادت حسن منٹو اور جوگندر پال کی صورت میں ملتی ہیں۔ عالمی ادب میں اس تکنیک کے تحت جو کہانیاں تخلیق کی گئی ان کے لفظوں کی تعداد ۸۰۰، ۷۰۰، ۳۰۰، ۲۰۰ پر مشتمل ہے جب کہ اردو ادب میں ان مختصر کہانیوں کو کبھی چھوٹے افسانے، لطیفے، منی افسانے وغیرہ کہا گیا ہے۔ آمنہ آفرین اس ضمن میں یوں قمطراز ہیں:

> ”منی افسانے کے مختلف نام تجویز کیے گئے ہیں مثلاً لطیفے، چھوٹے چھوٹے افسانے، مختصر ترین کہانیاں مختصر افسانچے، منی کہانیاں، ننھی کہانیاں، ادب پارے، آتش پارے، منی افسانے وغیرہ ان ناموں میں زیادہ استعمال ہونے والا نام، افسانچہ، معنی کہانی اور منی افسانہ ہیں۔“(۱)

مختصر افسانے کی اصطلاح کو منی افسانہ کے نام کے علاوہ افسانچہ بھی قرار دیا جاتا ہے اور ایک سو سے ایک ہزار تک کے الفاظ پر مشتمل کہانی کو فلیننس فکشن یا شارٹ فکشن بھی کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے قاسم یعقوب لکھتے ہیں:

> ”مختصر افسانہ انگریزی میں کئی ایک ناموں سے جانا جاتا ہے جیسے sudden fiction micro fiction ,short ,story ,micro story ,post card fiction, وغیرہ وغیرہ۔ عمومی طور پر شارٹ یا فلیش فکشن اس کہانی کو کہتے ہیں جو ایک ہزار لفظوں تک مشتمل ہو اور کم سے کم ۲۰ لفظوں تک ہو آج کل ۲۰ لفظوں سے کم بھی کہانی لکھی جا رہی ہے۔“(۲)

اردو افسانچے کی نئی جہتیں جہاں افسانے کو ہیئت کے اعتبار سے اور لفظوں کی تعداد کی مناسبت سے نت نئے ناموں سے متعارف کروایا جا رہا ہے۔ یہاں طویل افسانہ کی صنف کی جگہ مختصر افسانہ (افسانچہ، فلیش فکشن اور منی افسانے وغیرہ) کی صورت میں سامنے آ رہا ہے اور اس کا آغاز جدیدیت کی تحریک اور مغربی ادب کے تراجم کی صورت میں ہوا

۔ میڈیا کی سطح پر جہاں طویل پروگرامز کی جگہ ''Podcast'' لے چکے ہیں اسی طرح نثری اصناف میں بھی وقت کی قلت کے باعث کئی تبدیلیاں پیدا ہوئیں اور طویل کہانی کی جگہ مختصر کہانی نے لے لی۔ یہ مختصر کہانیاں یا افسانچے یا فلیش فکشن سماجی سیاسی اور معاشرتی مسائل کو موضوع بناتے ہیں جس طرح طویل افسانے میں کسی ایک واقعے سے متاثر ہونے کی بنا پر کہانی تخلیق کی جاتی ہے وہی عمل ان مختصر افسانوں میں بھی دکھائی دیتا ہے اور تاثر کی حامل یہ کہانیاں مختصر کہانیاں قاری کی توجہ اور دلچسپی کو برقرار رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اردو ادب کی تاریخ میں سعادت حسن منٹو کے افسانے اس کی اہم مثال ہیں۔ منٹو نے ان مختصر کہانیوں میں عصری سیاسی مسائل (جو کہ تقسیم ہند کے تلخ تجربات پر مشتمل ہیں) کی عکاسی کی ہے۔ سیاہ حاشیے: میں موجود منٹو کی تحریر کی گئی ۳۲ کہانیاں فرقہ وارانہ فسادات کے دلخراش مناظر کو قلم بند کرتی ہیں۔ منٹو کے عہد میں ان کو افسانچے قرار دیا گیا مگر دوسری طرف اس صنف کو قبول کرنے کا کوئی رجحان نظر نہیں آتا دو متضاد ، آراء حسن عسکری اور پروفیسر اسلم جمشید پوری کی صورت میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اس صنف کے حوالے سے ملاحظہ کیجئے:

> ''فسادات کے متعلق جتنے بھی افسانے لکھے گئے ہیں ان میں منٹو کے یہ چھوٹے لطیفے سب سے زیادہ ہولناک ہیں۔''(۳)

پروفیسر اسلم جمشید پوری اس ضمن میں حسن عسکری کی رائے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''شاید پروفیسر حسن عسکری نے اس لیے انہیں لطیفہ کہہ دیا ہو گا کہ اس عہد میں افسانچے کا چلن نہیں تھا نہ اتنی ہی چھوٹی تحریر میں سماج میں عام نہیں تھیں۔۔۔۔ ویسے ان تمام میں لطیفے جیسی کوئی صنف نہیں ہے یہ تو ادب پارے میں جو قاری کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔''(۴)

مندرجہ بالا آرا کے مطابق ماضی میں افسانچے کی صنف کو قبول عام کی سند حاصل نہیں تھی۔ اسی لیے اس صنف کے ساتھ یہ سلوک رکھا گیا۔ مگر موضوعاتی اعتبار سے اس صنف کی اہمیت کا اعتراف اثر کرنے کی صورت میں کیا گیا۔ اس صنف کی طرف رجحان کثرت سے دیکھنے کو ملتا ہے۔ منٹو کے بعد اورنگ آباد سے ہی جوگیندر پال نے افسانچے لکھے اور پھر اس کے بعد عارف خورشید، نورالحسنین، ندیم فردوسی، صفی اقبال، بلگرامی عظیم دائی اور مقصود ندیم کے نام سامنے آتے ہیں جنہوں نے باقاعدہ اس صنف میں طبع آزمائی کی اور عظیم راہی نے اس صنف کی فروغ کے لیے بہت ساری خدمات سرانجام دیں۔ یہی وجہ ہے کہ عظیم راہی کو، بابائے افسانچہ، کہا گیا۔ اس سلسلے میں عظیم راہی کے دو افسانچوں کے مجموعے (درد کے درمیان، ۲۰۰۲ء اور کل اور آج کا غم، ۲۰۲۰ء) اہم ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی اس موضوع پر دو تنقیدی کتابیں ''اردو افسانچے کی روایات: ایک تنقیدی مطالعہ ''(۲۰۰۸ء) اور ''اردو افسانچے کی مقبولیت اور پیش رفت ایک مطالعہ ''(۲۰۱۵ء) بھی اہم ہیں۔ ماضی کی نسبت اس صنف کی طرف رجحان زیادہ ہے، اس کی بنیادی وجہ اس کا اختصار بھی ہے اور اس میں پیش کردہ موضوعات بھی عصری تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ افسانچوں کے مجموعے کی اشاعت کے علاوہ

مختصر کہانیاں مختلف ادبی رسالوں میں بھی شائع ہوتی نظر آتی ہیں۔ افسانچہ نگار عباس خان نے "مقام" کے نام سے آدھے صفحے کی مختصر کہانی لکھی جو بمبئی (انڈیا) سے نکلنے والے رسالے 'شاعر' کے شمار نمبر ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کا یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"نہایت دیانتدار سرکاری ملازم ہے،
یہی وجہ ہے کہ وہ آج تک اپنا مکان نہیں بنا سکا۔
یہ درست ہے لیکن اس نے اور بھی کچھ بنالیا ہے۔
وہ کیا؟
مقام؟"(۵)

درج بالا اقتباس معاشرے میں موجود اخلاقی قدروں کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے کہ ایماندار سرکاری افسر کسی معاشرے کو بلندی اور تیزی کی طرف دھکیلنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ۲۰۰۰ء سے لے کر ۲۰۲۳ء تک کے افسانوی ادب کا جائزہ لیا جائے تو کم و بیش باقاعدہ افسانہ لکھنے والے افسانچہ نگار بھی اس صنف میں طبع آزمائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں ممالک میں مائیکرو فکشن اور افسانچے کی اصطلاحیں عام ہیں۔ فلیش فکشن کے کامیاب تجربات کے افسانہ نگاروں کے ہاں دیکھنے کو ملتے ہیں باقاعدہ افسانچوں کے مجموعے ہندوستان کے ادیبوں کا خاصہ ہے مگر پاکستان میں موجود ادیب / افسانہ نگار طویل افسانوں کو افسانوی مجموعہ میں جگہ دیتے ہوئے پانچ سات افسانچوں کو بھی افسانوی مجموعہ میں شامل کرنا عیب نہیں سمجھتے بلکہ اس صنف میں اپنے تجربات کو موضوعاتی اور ہئیتی دونوں سطحوں پر سامنے لاتے ہیں۔ اس حوالے سے پاکستان کے جن افسانہ نگاروں کے ہاں افسانچے کی طرز پر کہانی لکھنے کا خاص رجحان سامنے آتا ہے اور طویل افسانے کے ساتھ اس صنف کو شامل کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے ان میں منشا یاد، رمضان رضی، مقصود الٰہی تنیخ، مبشر زیدی، دیپک بدی، منیر احمد فردوس، ناصر عباس نیرّ، طربہ تنیخ، محمد علی رانا، سعادت سعید، عقیل عباس، سلمیٰ جیلانی، عثمان عالم، جمیل اختر، محمد مظہر زبیر پنوار، سید ماجد نناہ، ڈاکٹر لیاقت علی، نئیر مصطفیٰ، خاقان ساجد، جاوید انور، سیدہ آیت گیلانی، وغیرہ شامل ہیں۔ ان افسانہ نگاروں کے ہاں مختصر کہانی کی اس صنف کو بخوبی برتا گیا ہے افسانچے کے مسائل کی ترجمانی ملتی ہے۔ مثلاً جب پاکستان میں دہشت گردی اور بم دھماکوں کی فضا ہر طرف عام ہوتی چلی گئی تو اسی عہد کی عکاسی منشا یاد نے اپنی مختصر کہانی "تتلی کی موت" کی صورت میں کی۔ اسی طرح مبشر زیدی کی "سو لفظوں کی کہانی" باقاعدہ طور پر روزنامہ جنگ اخبار میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ جو افسانچے کے مسائل کا برملا اظہار کرتی ہے۔ جدید مسائل میں گھرا ہوا انسان مبشر زیدی کی مختصر کہانیوں کا موضوع بنتا ہے۔ اس ضمن میں مبشر زیدی کی کہانی "کھوج" کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ سطریں دیکھئے:

"لیکن میں اس وقت کسی شے کی کھوج میں ہوں؟ دودھ؟ پیپسی؟ جوس؟ شہد؟ فریج؟ میں
آئسکریم موجود ہے جو میں پچھلے منگل کا کھانا چاہتا تھا لیکن مجھے اس وقت کیا چیز چاہیے؟
ارے یہ رہیں؟ کار کی چابیاں مل گئیں۔
شکر ہے۔ اف! اب مجھے یہ سوچنا ہے کہ میں اب کہاں جانے کے لیے کار کی
چابیاں ڈھونڈ تا رہا تھا"(۶)

محمد علی رانا اور عقیل عباس نے نام نہاد پیروں اور جعلی عامل بابوں کا مکروچہرہ مختصر کہانیوں کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح قاسم یعقوب کی مختصر کہانی "لڑکی کا جنازہ" عورت کے ساتھ ہونے والے استحصال کو موضوع بناتی ہے۔ کہانی کا عنوان ہی موضوع کی مکمل وضاحت کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں سید ماجد شاہ پاکستان کے ایسے افسانہ نگار ہیں جو مختصر کہانیاں تخلیق کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی مختصر کہانیوں کا مجموعہ "حامل" ہے جو مثال پبلشرز ۲۰۱۸ء میں شائع ہوا۔ اس کی متعدد کہانیاں سماجی مسائل کا احاطہ کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ثقافتی اور تہذیبی اثرات بھی ان میں نظر آتے ہیں۔ سید ماجد شاہ کی مختصر کہانی "چُپ کی داد" سے یہ سطریں ملاحظہ کیجیے:

"اسے جب تھر میں بیاہا کیا گیا تھا تو آم کے سارے پیڑ سوکھ کر لکڑی بن گئے سوکھی لکڑیوں پر
کتنا بور آسکتا ہے اس لیے تو اس کی زبان تالو سے چپک کر رہ گئی۔"(۷)

افسانچہ نگاروں کی یہ کہانیاں کتابی شکل سے پہلے مختلف ادبی رسائل میں بھی شائع ہوتی ہیں۔ ان رسائل میں تسطیر، ماہنامہ بیاض لاہور، ادبی جریدہ انہماک، رسالہ ندائے گل، رسالہ عکاش وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ خالصتاً افسانچے کی صنف پر مشتمل رسالہ "افسانہ نما" کا اورنگ آباد سے اجراء ہوا جس کے ایڈیٹر محمود شاہد ہیں۔ خالصتاً اس صنف کو فروغ اور دوام بخشنے میں "افسانہ نما" کا کردار بہت اہم ہے اس ضمن میں نور الحسنین لکھتے ہیں کہ:

"قلم کو کاغذ پر رگڑنے کا نام افسانچہ لکھنا نہیں ہے ہر لکھی ہوئی تحریر افسانچہ نہیں ہو سکتی اس کا
کوئی معیار بھی ہونا چاہیے اس بات کا خیال افسانہ نما کے ایڈیٹر کو رکھنے کی سخت ضرورت ہے اس
لیے کہ آج افسانہ کے نام پر کچھ بھی لکھا جارہا ہے اور اسے افسانچہ کہا جارہا ہے ضرورت ہے کہ
افسانچے کے خدوخال طے کئے جائیں۔"(۸)

جہاں اس صنف کی طرف رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے وہاں افسانے کی ان نئی ہیئتوں کے متعلق متعدد مباحث بھی سامنے آرہا ہے۔ میں اس صنف کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کی کوششیں بھی جاری ہیں۔ اف سانچے کے خدوخال طے کرنے کے علاوہ معیارات بھی طے کرنے کی طرف بھی توجہ دی جارہی ہے کہ کون سا افسانچہ صحافی طرز کی تحریر کہلاتا ہے اور کس میں واقعتابی رنگ موجود ہوتا ہے۔ کچھ محققین اور ناقدین کے نزدیک یہ بڑھتا ہوا رجحان اس صنف کی قدرو

قیمت اور مقام و مرتبہ کا تعین کرنے میں مددگار ثابت ہو گا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سلیم محی الدین کی رائے اہم ہے:

"افسانچہ اپنی شناخت اور اپنے میر، ولی، اور غالب کی تلاش میں ہے۔"(۹)

اس سلسلے میں ناقدین اور محققین کی اس صنف سے بہت سی توقعات بھی وابستہ ہیں۔ ڈاکٹر ارتکاز افضل کہتے ہیں کہ:

"جس طرح غزل کا شعر یا غزل ہمارے تحت الشعور کا حصہ بن چکی ہے ہمیں یاد رہ جاتی ہے اسی طرح افسانچے کو بھی ہمارے لاشعور کا حصہ بننا چاہیے۔"(۱۰)

اس صنف سخن کے متعلق کئی اعتراضات بھی سامنے آتے ہیں بعض ادیب اور ناقدین اس صنف کو عمدہ فکشن تخلیق کرنے کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ صحافتی تقاضوں کو پورا کرنے والی تحریر قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے محمد حمید شاہد یوں رقم طراز ہیں:

"میں یہ نہیں کہوں گا کہ افسانچے یا فلیش فکشن (پوپ فکشن) کا تجربہ اردو میں نہیں ہونا چاہیے لکھتے رہے اور دریافت سے اس میں اچھے نمونے بھی نکل آئیں گے یہ صنف صحافتی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہے اور کہہ رہی ہے مگر میرا یہ گمان ہے (اللہ کرے یہ گمان باطل ہو جائے) کہ اس میں کوئی بڑا تخلیقی تجربہ ممکن نہیں ہے۔"(۱۱)

جہاں ناقدین اس صنف سخن کو صحافتی طرز تحریر کا نمونہ قرار دیتے ہیں وہاں اس میں پیش کردہ موضوعات کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور نئی ہئیت میں نئے موضوعات کی پیشکش پر زور دیتے ہیں۔ شعر کی مانند اختصار کے حامل افسانچے یا فلیش فکشن کی صنف میں بھی موضوعات کی سطح پر نئے پن کی ضرورت ہے۔ ناقدین گھسے پٹے موضوعات کے دائرے سے نکل کر کچھ نئے موضوعات کا تقاضا کرتے ہیں۔ مشرف عالم ذوقی لکھتے ہیں کہ:

"غالب جب دو مصرعوں میں زندگی سے وابستہ نئی فکر اور نئے فلسفوں کو آواز دے سکتا ہے تو افسانوں میں یہ نئی دنیا آباد کیوں نہیں ہو سکتی؟ اس کا سیدھا جواب ہے کہ آباد اس لیے نہیں ہو سکتی کہ ان میں زیادہ تر لوگوں کے پاس ادب کا کوئی واضح تصور ہی نہیں ہے مطالعہ نہیں، مشاہدہ نہیں ہے۔ زیادہ تر افسانچے نصیحت اور تبلیغ کی سطح پر لکھے جا رہے ہیں اور کہیں کوئی نیا پن ہے نہ فلسفہ۔۔۔ جبکہ یورپی ادب میں دیکھیں تو افسانوی ادب میں انقلاب آ چکا ہے۔"(۱۲)

قصہ مختصر یہ کہ ان تمام اعتراضات اور رد و قبول کے باوجود فکشن میں افسانے کی مختلف صورتیں مختصر کہانی کی شکل میں سامنے آ رہی ہیں اور اردو افسانچے کے مسائل کی عکاسی کے لیے فکشن کا یہ رجحان تیزی سے قارئین کو اپنی طرف متوجہ کیے ہوئے ہے اور افسانچہ نگاروں کی ایک بڑی تعداد طویل افسانے کے ساتھ مختصر ترین افسانہ لکھنے کے تجربات سے

گزر رہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ آمنہ آفرین، اردو میں منی افسانہ، معراج پبلی کیشنز، حیدرآباد، بھارت: ستمبر ۲۰۰۹ء، ص:۱۷
۲۔ قاسم یعقوب، فلیش کہانی، آج کی کہانی، آن لائن ادبی ویب سائٹ، ایک روزن، ۱۴ فروری، ۲۰۱۷ء
۳۔ سعادت حسن منٹو، سیاہ حاشیے، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۴۸ء، ص:۱۶
۴۔ اسلم جمشید پوری، ڈاکٹر، افسانچے کی روایت، آن لائن ویب سائٹ، تعمیر نیوز، ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۶ء
۵۔ عباس خان، ماہنامہ رسالہ، شاعر، بمبئی انڈیا: دسمبر ۲۰۰۷ء، شمارہ:۱۲، جلد:۷۸، ص:۲۰
۶۔ مبشر علی زیدی، شکر پارے، کراچی: اے.جی پرنٹنگ سورسز، فروری ۲۰۱۴ء، ص:۵۵
۷۔ سید ماجد شاہ، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۸ء، ص:۵۲
۸۔ ادبی کانفرنس اورنگ آباد آن لائن ویب سائٹ، جی این کے اردو، ۵ اگست، ۲۰۲۳ء
۹۔ ایضاً
۱۰۔ ایضاً
۱۱۔ منیر عباس سپرا، اردو فکشن میں نیا تخلیقی منظر نامہ، انہماک انٹرنیشنل پبلی کیشنز، جون ۲۰۲۱ء، ص:۲۷۸
۱۲۔ ایضاً، ص:۲۸۸